ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.1 (2026)
(January to March)

اُردو کے چھ اہم انشائیہ نگاروں کے انشائیوں کا موضوعاتی مطالعہ

A Thematic Study of the Essays of Six Major Urdu Essayists

نازیہ عبداللہ
پی ایچ۔ڈی سکالر، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، بہاول پور کیمپس
ڈاکٹر عامرہ رسول
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، بہاول پور کیمپس

Nazia Abdullah
Ph.D Scholar, National College of Business Administration & Economics, Bahawalpur Campus
Dr. Aamira Rasool
Assistant Professor, Department of Urdu, National College of Business Administration & Economics, Bahawalpur Campus

Article Details
Received:
February 28, 2026
Accepted:
March 15, 2026
Online Published:
March 30, 2026

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: This research article presents a thematic study of the essays of six major Urdu essayists, namely Wazir Agha, Ghulam Jilani Asghar, Anwar Sadeed, Mushtaq Qamar, Jameel Azar, and Saleem Agha Qizilbash. These writers played a significant role in the development of modern Urdu essay writing by introducing diverse themes and innovative styles. Their essays cover a wide range of subjects including social, cultural, psychological, philosophical, moral, and civilizational issues. Wazir Agha highlighted human psychology, nature, loneliness, and cultural consciousness, whereas Ghulam Jilani Asghar focused on social behavior, human nature, and intellectual inquiry. Anwar Sadeed discussed everyday experiences, moral values, and social realities in a humorous and reflective manner. Mushtaq Qamar emphasized cultural evolution, human emotions, and social attitudes, while Jameel Azar explored social corruption, modern lifestyles, and psychological complexities. Saleem Agha Qizilbash dealt with social customs, human desires, memories, and collective consciousness.

Key words: Urdu Inshaiya, Wazir Agha, Anwar Sadeed, Mushtaq Qamar, Jameel Azar, Saleem Agha Qizilbash, Modern Urdu Literature

جدید اُردو انشائیہ نگاری کا آغاز ڈاکٹر وزیر آغا سے ہوتا ہے۔ ان کا پہلا مجموعہ "خیال پارے" ۱۹۶۱ء میں مکتبہ اردو زبان سرگودھا نے شائع کیا تھا۔ اس میں ان کے کل کی ۲۳ انشائیے شامل ہیں۔ ان کا دوسرا مجموعہ "چوری سے یاری تک" ۱۹۶۲ء میں مکتبہ اردو زبان سرگودھا سے چھپا تھا۔ اس میں ۱۵ انشائیے شامل کیے گئے ہیں۔ تیسرا مجموعہ "دوسرا کنارہ" ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ اس میں بھی

کل ۱۶ انشائیے تھے۔ چوتھا مجموعہ ''سمندر گرے میرے اندر'' ۱۹۸۹ء میں منظر عام پر آیا تھا اس میں کل ۱۳ انشائیے شامل ہیں۔ ان تمام مجموعوں کو یکجا کر کے ''پگڈنڈی'' کے عنوان سے اظہار سنز، لاہور نے شائع کیا۔

''پگڈنڈی'' اور ''چیخنا'' وزیر آغا کے وہ انشائیے ہیں جن میں پرانی روایات سے بغاوت کی بات کی گئی ہے۔ ''بے ترتیبی'' ان کے آزاد خیالات کا مرقع ہے۔ ''آگ تاپنا'' میں ماضی کی روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ ''آندھی'' کو انھوں نے دو الگ نظریے سے دیکھا ہے۔ ایک تو وہ آندھی کو ظلم و جبر قرار دیتے ہیں دوسرا آندھی بغاوت کے معنوں میں آتی ہے۔ ''سست روی'' میں فطرت اور مصنوعی چیزوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''لحاف'' میں خاموشی اور تہذیب کو ایک ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ''بزدل'' میں انسان کے اندر پائی جانے والی کمزوریوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ''ریلوے ٹائم ٹیبل'' میں محکمہ ریلوے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''کچھ علامت کے بارے میں'' اس میں سائنس اور اسلام کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''قطب مینار'' میں انھوں نے نئی اور پرانی تہذیب کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ ''ڈبویا مجھ کو ہونے نے'' میں اقبال اور غالب کی سوچوں کو ان کے الفاظ کی روشنی میں دکھایا گیا ہے۔ ''گرمی'' میں موسم بہار اور گرمی کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے۔ وہ گرمی کو زندگی کی علامت قرار دیتے ہیں۔

> ''مجھے گرمی بہت راس ہے۔ اگرچہ میرا مزاج بلغمی نہیں۔ بات یہ
> ہے کہ میں زندگی کے کسی بھی پہلو سے پوری طرح آشنا ہونے کے
> لیے اس بات کا متمنی ہوتا ہوں کہ یہ پہلو کم از کم اتنا عرصہ ور قائم
> رہے کہ میں اس کی تمام تر کیفیات کا مطالعہ کر سکوں۔''(۱)

''کچھ خوب صورتی کے بارے میں'' اس میں ہر انسان کے زاویہ نگاہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''بارش کے بعد'' میں انسانی بد اعمالیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''ریل کا سفر'' میں اخلاقی تجربات کو پیش کیا گیا ہے۔ ''موڑ'' میں انھوں نے اچھے اور برے وقت کو موضوع بنایا ہے۔ ''تنہائی'' کے ذریعے انسان اور حیوان کے درمیان فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ ''دھند'' میں انھوں نے فطرت کو موضوع بنایا ہے۔ ''وہ'' میں رقیب کی عادات و خصائل کو بیان کیا گیا ہے۔ ''چوری سے یاری تک'' میں غیر اخلاقی سرگرمیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''توتا پالنا'' میں زندگی کو تین حصوں میں منقسم کر کے ان کی خصوصیات پر نظر ثانی کی گئی ہے۔ ''سیاح'' میں سیاح اور مسافر کے درمیان فرق پیدا کر کے عارضی زندگی کے متعلق اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔ ''جہاں کوئی نہ ہو'' میں دیہاتی اور شہری زندگی کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے۔ ''دیوار'' میں تہذیب، لباس اور ستر پوشی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''میری چالیسویں سالگرہ'' میں انھوں نے انسانی شعور کے ارتقائی منازل کی بات کی ہے۔ ''جہاں کوئی نہ ہو'' میں تنہائی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''کچھ قلم کے بارے میں'' اس میں قلم کی قدر و قیمت اور اہمیت کی بات کی گئی ہے۔ ''بارہواں کھلاڑی'' میں صوفیانہ زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''لاہور'' میں انھوں نے لاہوریوں کی نفسیات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ ''معافی مانگنا'' میں غیرت و وقار کے متعلق بات کی گئی ہے۔ ''بسنت'' میں پیلے رنگ سے جڑی باتوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ''ٹھنڈا برف ہاتھ'' میں ہر شخص کے اندرونی خوف کی بات کی گئی ہے۔ انشائیہ ''اتنی سی بات'' میں عورت کی زندگی کو بیان کیا گیا ہے۔ ''اکلاپا اور تنہائی'' میں تنہائی اور اکیلے پن کو بیان کیا گیا ہے۔ ''میرا البم'' میں وزیر آغا نے اپنے ماضی کی یادوں کو پیش کیا ہے۔ ''اسم اور فعل'' میں انسانی اخلاقیات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''سائیسی علم دریاؤ'' میں روح اور جسم کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ ''ہینڈ بیگ'' میں دل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''کھلونے'' اور ''غلامی'' میں زندگی کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ ''دستر خوان'' میں پرانی ثقافت کو پیش کیا گیا ہے۔ ''نروان'' میں بھکشوؤں کی زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''آزادی'' میں اخلاقیات کی حدود سے تجاوز کی

بات کی گئی ہے اور اس کے برے انجام کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ ''آنکھیں'' میں حقائق کے پہچان کی بات کی گئی ہے۔ ''دنیا خوب صورت ہے'' میں فطرت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''گھاس'' میں گھاس کی قدر و قیمت کی بات کی گئی ہے۔ ''عریانی'' میں انسانی جبلت کو موضوع بنایا گیا ہے۔

غلام جیلانی اصغر کے انشائیوں کی کتاب ''نرم دم گفتگو'' ۱۹۹۶ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی تھی جسے راحیل ایسوسی ایٹ سرگودھا نے چھاپا تھا۔ اس مجموعہ میں کل اکیس انشائیے شامل ہیں۔ ''تسخیر کائنات'' انشائیے میں انھوں نے کائنات کو موضوع بنایا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ وہ کائنات کے ہر راز کے متعلق جانیں۔ ''مکان بنانا'' میں غلام جیلانی اصغر نے عام باتوں سے اہم باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ''بچہ پالنا'' میں بچوں کی نفسیات اور ماں کے بجا پیار و محبت کو پیش کیا گیا ہے۔ ''کچھ جھوٹ کی حمایت میں'' میں انھوں نے جھوٹ کے متعلق کے جو نظریات ہیں ان کو بیان کیا ہے۔ جھوٹ کے متعلق ان کی فکر باقی لوگوں سے الگ ہے۔ ''چہرے'' میں لوگوں کے منفی رویوں کی بات کی گئی ہے۔ ''بلڈ گروپ'' میں معاشرتی خرابیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ''غیر ذمہ دارانہ'' میں غیر ذمہ داریوں سے پھیلی برائیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ ''پس آئینہ'' میں بڑھاپے کی بات کی گئی ہے۔ ''پس آئینہ'' ڈھلتی عمر کی علامت ہے۔ ''سردی'' میں وہ سردی کو ماں کے مماثل قرار دیتے ہیں۔ ''سوال اٹھانا'' میں وہ لکھتے ہیں کہ سوال وہ چیز ہے جس کے ذریعے نئی نئی حقیقتیں سامنے آتی ہیں۔ ''بچہ اور باپ'' میں وہ کہتے ہیں انسان بڑھاپا میں داخل ہو جائے تب بھی اس کے اندر کا ننھا منھا بچہ زندہ رہتا ہے جو اس کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔

> ''بچہ انسان کا باپ ہے۔ ورڈزورتھ کے شارحین نے اس چیتان کی
> دلچسپ توجیہات کی ہیں۔''(۲)

''پوتا'' میں انسانی نفسیات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ ''سفر جاری ہے'' میں تہذیبی ارتقا کی بات کی گئی ہے۔ ''کچھ ریٹائرمنٹ کے بعد'' اس انشائیے میں انھوں نے انسانی نفسیات کو پیش کیا ہے۔ ''بستر میں لیٹنا'' میں انھوں نے معاشرتی افکار کو دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔ ''اٹھنا بیٹھنا'' اس انشائیے میں بھی انسانی ماضی کی حکایتوں کو رد کیا گیا ہے۔ ''عادت'' میں عادت کے پیچھے کارفرما مسائل کی بات کی گئی ہے۔ ''وراثت'' میں معاشرے کی بات کی گئی ہے۔ ان کے نزدیک انسان میں اچھائی اور برائی کی خصوصیات خاندانی ہوتی ہیں۔ ''گالی دینا'' میں گالی کے برے اثرات کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ''ملاقات'' میں ماضی اور حال کی بدلتی روایات کی بات کی گئی ہے۔ غلام جیلانی اصغر نے اپنے انشائیوں میں غیر اہم موضوعات کے ذریعے انسانی زندگی کے معاشرتی، ثقافتی، تہذیبی اور نفسیاتی پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔

''ذکر اس پری وش کا'' ڈاکٹر انور سدید کے انشائیوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں کل ۱۰ انشائیے ہیں۔ ''اونگھنا'' میں ڈاکٹر انور سدید نے اونگھنے کے متعلق بات کی ہے۔ ان کے نظریات میں اونگھنے کے دوران انسان پر علم و عرفان کے در وا ہوتے ہیں۔ ''دسمبر'' کو انھوں نے مرد سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح مرد برے اور سخت ترین حالات کا سامنا کرتا ہے دسمبر بھی اسی طرح ہے۔ شدید سردی میں گزر جاتا ہے۔ ''مچھر کی مدافعت میں'' مچھر کے حق میں بات کرنے کے ساتھ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بھی بات کی گئی ہے۔ ان کے نزدیک مچھر انسان سے زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ وہ خون پینے کے دوران چپ کر کے نہیں آتا۔ ''فٹ نوٹ'' میں کتاب کی اہمیت اور انسانی فطرت کی بات کی گئی ہے۔ ''غلطی کرنا'' میں انسانی عادات کی بات کی گئی ہے۔ انسان غلطی سے بچنے کی جتنی کوشش کرتا ہے غلطی اتنا اس کا پیچھا کرتی ہے اور اس سے سرزد ہو کر رہتی ہے۔

"غلطی کرنا انسان کی سرشت میں داخل ہے لیکن کتنی عجیب بات
ہے کہ انسان کی بہترین صلاحیتیں اسی کوشش میں صرف ہو رہی
ہیں کہ وہ کسی طرح غلطی کے چنگل سے نکل جائے۔"(۳)

"تاروں بھری رات" میں کائنات کے متعلق تجربات اور معاشرتی برائیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ "سچ جھوٹ" میں معاشرتی اخلاقی برائیوں کی بات ہوتی ہے۔ اس میں سچ اور جھوٹ کے نقصان اور فوائد سے آگاہ کیا گیا ہے۔ "مونچھیں" میں انشائی تہذیب اور نفسیات کے پہلوؤں پر بات کی گئی ہے۔ "ہزاروں خواہشیں ایسی" میں انور سدید نے اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں بات کی ہے۔ "ذکر اس پری وش کا" میں دفتری ماحول کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں چپڑاسی کی عادات و خصائل اور مسائل کے بارے میں بہترین انداز میں بات کی گئی ہے۔

مشتاق قمر کے انشائیوں کے مجموعے کا عنوان ہے "ہم ہیں مشتاق" جسے مکتبہ اردو زبان، سرگودھا نے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا تھا۔ اس میں کل ۱۴ انشائیے شامل ہیں۔ "بال کٹوانا" میں تہذیبی ارتقا کی بات کی ہے۔ انھوں نے انسان کی پرانی طرز زندگی اور جدید زندگی کا مرقع پیش کیا ہے۔ "چھڑی" میں تہذیبی ارتقا کی بات کی گئی ہے۔ اس میں انھوں نے چھڑی کی مختلف اشکال پیش کی ہیں۔ وہ ماں کی انگلی کو بھی چھڑی سے مماثلت قرار دیتے ہیں۔ "بیٹھنا" میں اصل مقصد یعنی زندگی تک پہنچنے کی بات کی ہے۔ ان کے نزدیک بیٹھنا کوئی عام عمل نہیں۔ یہ وہ عمل ہے جو معرفت کی منازل طے کرواتا ہے اور انسان حقائق تک پہنچ جاتا ہے۔ "آئس کریم" میں انسانی خواہشات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ "دھوپ کھانا" میں فطرت کے فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔ "تبدیلی نام" میں سماجی نفسیات کو دکھایا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سماج کے اندر یہ جہالت عام ہے کہ وہ بنا سوچے سمجھے نام رکھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان ناموں کا انسانی زندگی پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ ان کے نزدیک نام تبدیل کرنے سے کام نہیں بنتا بلکہ اندرونی تبدیل سے انسان اخلاقی ترقی کر پاتا ہے۔ "کوہ پیمائی" میں انسان کے افکار پر سیر حاصل بات کی گئی ہے۔ "لونا نہم" میں معاشرتی خرابیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے دوسروں کو زک پہنچاتا رہتا ہے۔ وہ نام اور دولت کے لیے غیر اخلاقی طریقہ کار اختیار کرتا ہے۔ "بھول جانا" میں بڑھاپے اور بچپن کے دنوں کی زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ان ایام میں انسان اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کو بھی بھول جاتا ہے۔

"میری ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ میں اپنے بچوں کی آنکھوں میں
آنسو اور لبوں پر آہیں نہیں دیکھ سکتا۔"(۴)

"اپالوٹریجڈی" میں توہم پرستانہ روایات پر لعنت ملامت کی گئی ہے۔ "بڑھاپا" میں بڑھاپے کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ "کچھ نیند کی مذمت میں" میں نیند کے خلاف بات کی گئی ہے۔ جو کہتے اگر انسان کائنات اور عظیم ذات کے متعلق جاننا چاہتا ہے تو رات کے درمیان اٹھ کر آسمان کا نظارہ کرے۔ "شہرت کی مخالفت میں" میں انھوں نے شہرت کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کی بات کی ہے۔ "مرزا غالب کی ساتویں جہت" میں غالب کی شاعری اور ان کے زندگی کے مسائل پر بات کی ہے۔

"شاخ زیتون" جمیل آذر کے انشائیوں کا مجموعہ ہے جسے ۱۹۸۱ء میں مکتبہ اردو زبان سرگودھا نے شائع کیا۔ "مچھلی کا شکار" میں نفسیات اور سفر کے فوائد پر بات کی ہے۔ "نیم پلیٹ" میں معاشرتی نفسیات کی بات کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ گھر کے باہر لگی نیم پلیٹ کے ذریعے انسان اس معاشرے کو اپنے مقام و مراتب سے آگاہ کر کے فخر محسوس کرتا ہے۔ "اخبار پڑھنا" میں کتابی معلومات اور اخباری معلومات کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک کتاب سے زیادہ اخبار معلومات فراہم کرتی ہے۔ اس میں روزانہ کے

کارنامے درج ہوتے ہیں۔ ''واشنگ مشین'' میں جمیل آذر نے معاشرتی خرابیوں کی بات کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ معاشرے کی گندی سوچوں کو صاف کرنے کے لیے بھی ایک واشنگ مشین کا ہونا ضروری ہے۔ اس انشائیے میں انھوں نے ان برائیوں کو واضح کیا ہے جو بڑھ کر معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں۔ ''بھوک ہڑتال'' میں ڈاکٹروں کے غیر انسانی رویوں کو پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اپنے مفاد کی خاطر انسانی زندگی کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ اپنے مسائل کے حل کے لیے ہڑتال کر دیتے ہیں۔ ''سنہری شاخ'' میں انھوں نے ملک پاکستان سے محبت کا والہانہ اظہار کیا ہے۔ انھوں نے اس میں انسانی جبلت کے منفی اثرات بھی دکھائے گئے ہیں۔

''میرا ایک دوست اعلیٰ ملازموں کے مقابلے کا امتحان پاس کر کے
افسر کیا ہوا میری دوستوں کے درمیان دوستی نبھانے کی سماجی ذمہ
داریوں میں اضافہ ہو گیا۔''(۵)

''شاخ زیتون'' میں فطرت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''مچھلی کا شکار'' میں مچھیروں کے منافقانہ رویوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''منی پلانٹ'' میں انھوں نے اپنے گھر کا ماحول دکھایا ہے۔ ان کو ان کے خاندان سے بے حد لگاؤ ہے۔ ''مارکوپولو'' میں سیر و سیاحت اور پہاڑی ثقافت کی بات کی گئی ہے۔ ''نام کے بغیر'' میں نام کی زندگی میں اہمیت اور افادیت کو بیان کیا ہے۔ اس میں معاشرتی ناہمواریوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ''بھولے بسرے نغمے'' میں پرانی اور جدید موسیقی کی اہمیت کو پیش کیا گیا ہے۔ پرانی موسیقی روح کو سکون دیتی تھی لیکن جدید موسیقی معاشرے کا سکون برباد کرتی ہے۔ ''جنگ کرنا'' میں بین الاقوامی مسائل کو پیش کیا گیا ہے۔ ''پکنک'' میں معاشرتی خرابیوں پر بات کی گئی ہے۔ ''کچھ فیشن پر'' میں فیشن کی خطرناک صورت کو دکھایا گیا ہے۔ فیشن معاشرے میں خرابیوں کو جنم دیتا ہے۔ ''مانگے کے سگریٹ'' میں سماجی کمزوریوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ''کچھ لکھنے کے بارے میں'' انھوں نے اپنی نفسیات کو پیش کیا ہے۔

''سرگوشیاں'' سلیم آغا قزلباش کے انشائیوں کا مجموعہ ہے جس میں کل تیرہ انشائیے شامل ہیں۔ اس مجموعے کو ۱۹۸۰ء میں مکتبہ اردو زبان سرگودھا نے چھاپا تھا۔ ''جال'' میں مکڑی کے جالے کے ساتھ معاشرتی رسم و رواج اور سماجی قوانین کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ رسم و رواج انسان کے اپنے وضع کردہ ہیں جن میں وہ الجھ کر اپنی خواہشات کو تکمیل نہیں دے سکتا۔ ''بلبلہ'' میں انھوں نے اپنی بچپن کی یادوں کو موضوع بنا کر پیش کیا ہے۔ وہ معاشرتی زندگی کو بلبلہ قرار دیتے ہیں۔ ''دھماکہ'' میں کائنات کے وجود کی بات کی گئی ہے۔ ''کرسی'' میں انسانی نفسیات، معاشرتی قوانین اور انسانی تہذیب کی بات کی گئی ہے۔ ''ہل'' میں زمین کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی زندگی کی بات کی گئی ہے۔ اس میں تہذیبی ارتقا کے بارے میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ ''برگد'' کو انھوں نے انسانی تہذیب کا منبع قرار دیا ہے۔ اس میں انھوں نے انسانوں کے غلط تصورات کو بھی رد کیا ہے جو وہ برگد کے بارے میں رکھتے ہیں۔ برگد کو دیہاتی تہذیب میں اہم مقام حاصل ہے۔ اس کے نیچے بیٹھ کر دیہاتوں کے مسئلے مسائل حل ہوا کرتے تھے۔ ''چھتری'' میں انھوں نے انسانی زندگی کے ساتھ اپنے بچپن کو بھی پیش کیا ہے۔ وہ کھلے آسمان کے لیے چھتری کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

''میں جب کبھی چھتری کو اپنے ہاتھ میں لے کر سیر کے لیے گھر
سے نکلتا ہوں تو مجھے پہلی جماعت کا قاعدہ یاد آ جاتا ہے۔ جس میں
چھتری کی خوبصورت تصویر بنی ہوئی ہے۔''(۶)

''آندھی'' میں سماج سے بغاوت کی بات کی گئی ہے۔ ان کے نزدیک آندھی کمزور انسانوں میں حوصلہ پیدا کرتی ہے۔ آئینہ میں وہ معاشرے کے دورخوں کو پیش کرتے ہیں۔ ''سمندر'' میں انھوں نے انسانی نفسیات کے منفی پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ ''موم

بتی''میں انسانی زندگی کی بات کی گئی ہے۔ سرگوشیوں میں سماجی نفسیات کو دکھایا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کے نزدیک سرگوشیاں اس وقت ہوتی ہیں جب کسی پر ظلم ہو رہا ہو۔ یا ان کے نزدیک سرگوشیاں اس وقت جنم لیتی ہیں جب کسی راز کو افشاں کیا جائے۔

جدید اردو انشائیہ نگاری میں وزیر آغا، غلام جیلانی اصغر، ڈاکٹر انور سدید، مشتاق قمر، جمیل آذر اور سلیم آغا قزلباش، وہ نام ہیں جنہوں نے اردو انشائیہ نگاری کو ایک تحریک کی شکل دی۔ انھوں نے اردو انشائیے کو متنوع موضوعات سے مزین کیا۔ انھوں نے سماجی ،سیاسی، معاشی، معاشرتی اور نفسیاتی موضوعات کے لیے شہری و دیہی زندگی سے مشاہدات اور تجربات حاصل کیے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ وزیر آغا، پگڈنڈی، لاہور، اظہار سنز، س،ن، ص:۷۹

۲۔ غلام جیلانی اصغر، نرم دم گفتگو، سرگودھا، راحیل ایسوسی ایٹ، ۱۹۹۲ء، ص:۹۵

۳۔ انور سدید، ذکر اس پری وش کا، سرگودھا، مکتبہ اردو زبان، ۱۹۸۶ء، ص:۶۳

۴۔ مشتاق قمر، ہم ہیں مشتاق، سرگودھا، مکتبہ اردو زبان، ۱۹۷۰ء، ص:۱۱۰

۵۔ جمیل آذر، شاخ زیتون، سرگودھا، مکتبہ اردو زبان، ۱۹۸۱ء، ص:۱۰۵

۶۔ سلیم آغا قزلباش، سرگوشیاں، سرگودھا، مکتبہ اردو زبان، ۱۹۸۰ء، ص:۵۳

References in Roman Script:

1. Wazir Agha, Pagdandi, Lahore, Izhar Sons, s.n., p. 79
2. Ghulam Jilani Asghar, Narm Dam Guftagu, Sargodha, Raheel Associates, 1992, p. 95
3. Anwar Sadeed, Zikr Us Pari-Wash Ka, Sargodha, Maktaba Urdu Zaban, 1986, p. 63
4. Mushtaq Qamar, Hum Hain Mushtaq, Sargodha, Maktaba Urdu Zaban, 1970, p. 110
5. Jameel Azar, Shakh-e-Zaitoon, Sargodha, Maktaba Urdu Zaban, 1981, p. 105
6. Saleem Agha Qizilbash, Sargoshiyan, Sargodha, Maktaba Urdu Zaban, 1980, p. 53